انتخاب

الموطا ـــ سنت و حدیث ـــ اجتہاد

[۱۳۵۱ھ میں مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم کی زیر نگرانی اور ان کے حاشیوں کے ساتھ حضرت شاہ ولی اللہ کی عربی شرح الموطا ''المسوی من احادیث الموطا'' شائع ہوئی تھی - اس کے شروع میں حضرت شاہ صاحب کی الموطا کی فارسی شرح المصفی کا مقدمہ جو فارسی میں ہے، اس کا عربی میں ترجمہ کر کے شامل کیا گیا تھا - یہ اقتباسات اس عربی مقدمہ سے لئے گئے ہیں- مدیر]

الموطا کی اہمیت

مجھے بذریعہ الہام امام عظیم حجۃ الاسلام مالک بن انس کی کتاب الموطا کی طرف اشارہ کیا گیا اور یہ خیال آہستہ آہستہ میرے ذہن میں تقویت پکڑتا گیا اور مجھے یہ یقین ہوگیا کہ اس وقت علم فقہ میں کوئی کتاب بھی امام مالک کی الموطا سے قوی تر نہیں ہے-

اب جہاں تک کتاب الموطا کے مصنف امام مالک بن انس کا تعلق ہے ان کی فضیلت کسی سے مخفی نہیں - آج الموطا کے سوا کوئی ایسی کتاب نہیں موجود ہے جسے تبع تابعین میں سے کسی امام نے مرتب کیا ہو - نیز کوئی ایسی کتاب موجود نہیں جس کے مصنف کے بلند مرتبے کی وجہ سے اہل الحدیث کا اس پر اس طرح اتفاق ہوا ہو جیسے الموطا پر ہوا - کیونکہ تبع تابعین کے زمانے میں امام مالک جیسے لوگ کم تھے - اور ان میں سے بھی کسی نے کوئی کتاب تالیف نہیں کی - چنانچہ تبع تابعین میں جو ائمہ فقہ تھے ان میں سے الموطا کے سوا کسی کی کوئی تالیف نہیں ہے-

الشافعی کا قول ہے :— جب علماء کا ذکر کیا جاتا ہے - تو ان میں مالک کی حیثیت ستارہ (نجم) کی ہے (ان کے علوئے مرتبہ اور ان سے روشنی کے ظہور کی وجہ سے یہ تشبیہہ دی گئی ہے) ان کا ایک اور قول ہے - مجھ پر اللہ کے دین کے معاملے میں مالک رح سے زیادہ کسی شخص کا احسان نہیں ہے نیز الشافعی کہتے ہیں :— مالک رح اور ابن عیینہ دونوں ہم عہد ہیں - اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو حجاز کا علم ضائع ہو جاتا -

الشافعی کا ایک اور قول ہے کہ علم ان تینوں پر گھومتا ہے :— مالک بن انس ، سفیان بن عیینہ اور لیث بن سعد - سفیان بن عیینہ علم حدیث کے ضمن میں کہتے ہیں :— عنقریب لوگ اونٹوں پر سوار ہوکر علم کی تلاش میں نکلیں گے تو انہیں عالم مدینہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں ملے گا - ہمارے نزدیک عالم مدینہ سے ان کی مراد مالک بن انس سے ہے - ابن عیینہ ہی کا قول ہے :- اللہ مالک پر اپنا فضل وکرم کرے - وہ لوگوں پر انتقاد کرنے میں کتنے سخت تھے ان کا ہی ایک اورقول ہے :— ''مالک صحیح حدیث ہی تک پہنچتے ہیں وہ ثقہ لوگوں سے روایت کرتے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ مالک کی موت کے بعد مدینہ اجڑ جائے گا '' -

امام مالک کے زمانے میں اور آپ سے پہلے مدینہ منورہ فضلا کا مرجع اور علما کا مرکز تھا - اس لئے عہد اول کے جلیل القدر اصحاب فتاوی کے ، جو علم میں دنیا کے قبلہ مقصود تھے ، عہد میں مدینہ منورہ میں ایک زمانے تک سرچشمہ علم جاری رہا - امام مالک انہی بزرگوں کے علمی وارث بنے اور آپ نے اس عظیم الشان کام کا بار اٹھایا - آپ نے ان بزرگوں سے اس طرح رودررو علم حاصل کیا ، جیسے ہم میں سے کوئی دوسرے سے ایک ٹھوس چیز جو چھوئی جا سکتی ہے اپنے ہاتھ سے اس طرح لے کہ اس چیز کے لینے دینے میں کسی قسم کا شک نہ رہے - امام مالک نے ان بزرگوں سے جو کچھ اخذ کیا ، اسے اپنی کتاب میں جمع کر دیا - جو محدثین اور فقہا کی مرجع بنی -

کتاب الموطا کی صحت کے بارے میں الشافعی کا قول ہے :- روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد کتاب المالک (الموطا) صحیح ترین ہے اور الشافعی ہی سے روایت ہے کہ کتاب المالک (الموطا) سے بڑھ کر قرآن مجید سے قریب ترین کتاب

زمین پر کوئی نہیں ہے اور انہی سے یہ روایت بھی ہے :— کتاب اللہ کے بعد زمین پر موطا مالک سے بڑھ کر کوئی غلطیوں سے پاک (اکثر صواباً) کتاب نہیں ہے ۔ الحافظ مغلطائی (الحنفی) کا قول ہے کہ جس نے سب سے پہلے ''الصحیح'' مرتب کی وہ مالک ہیں ۔

فقہ مالک رح کی بنا

تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ فقہ امام مالک کی بنا اولا حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ہے ۔ وہ حدیث مسند ہو یا اصحاب ثقہ کی مروی شدہ مرسل ۔

اس کے بعد فقہ امام مالک کی بنا عمر بن الخطاب کے فیصلوں پر ہے۔
بعد ازاں ابن عمر کے فتووں اور ان کے عمل پر ہے ۔

اس کے بعد دوسرے صحابہ کے فتاوی اور فقہائے مدینہ کے فتاوی پر ، جن کے نام یہ ہیں :— سعید بن المسیب ، عروہ بن زبیر ، قاسم ، سالم ۔ سلمان بن یسار ، ابو سلمہ ، ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام ، ابو بکر بن عمرو بن حزم اور خلیفۃ المسلمین عمر بن عبد العزیز وغیرھم ۔

امام مالک نے اپنی فقہ کی بنیاد عمر (بن الخطاب) کے فیصلوں پر جو رکھی ہے ۔ تو وہ اس لئے کہ عمر (بن الخطاب) کی رائے اکثر وحی و تنزیل کے مطابق ہوتی تھی ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے ۔ آپ نے فرمایا ۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے دودھ پیا اور جو اس میں سے بچا ، وہ عمر (بن الخطاب) کو دیا ۔ آپ نے اس کی تعبیر علم سے کی ۔ یہی وجہ ہے کہ غالب اوقات میں عمر (بن الخطاب) کے فیصلوں پر صحابہ کا اجماع ہوتا تھا ۔

باقی امام مالک کا ابن عمر کے عمل کو اپنی فقہ کی بنیاد بنانا ، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بڑے بڑے صحابہ نے ابن عمر کی استقامت کی شہادت دی ہے ۔ اور اس معاملے میں دوسرے صحابہ پر جو باہمی جنگوں (فتنہ) کے بعد باقی رہ گئے تھے ۔ ان کی فوقیت مانی گئی ہے حذیفہ کا قول ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات پر ھمیں جس حال میں چھوڑا ۔ عمر (بن الخطاب) اور عبد اللہ بن عمر کے سوا ھم میں کوئی ایسا نہیں، جس نے اس حال میں کوئی تغیر و تبدل نہ کیا ھو ...

اب رھا امام مالک کا اپنی فقہ میں اھل مدینہ کے تابعین کے اقوال اختیار کرنا ، تو بات یہ ھے کہ مدینہ ملکوں کی روح اور شہروں کا دل ھے ۔ اور علماء یہاں وقتاً فوقتاً آتے اور اھل مدینہ کے سامنے اپنی آراء پیش کرتے تھے اور یہ اس لئے کہ اھل مدینہ کے پاس مصفیٰ اور منقح شکل میں علوم تھے ، جو دوسروں کے ھاں نہیں تھے ...

مرسل اور منقطع احادیث سے استناد

الحافظ ابن حجر کہتے ھیں :- کتاب مالک (الموطا) ان (امام مالک) کے ، نیز ان لوگوں کے نزدیک جو اس امر میں ان کی تقلید کرتے ھیں کہ مرسل اور منقطع وغیرہ احادیث حجت ھیں ، صحیح ھے ۔ مطلب یہ ھے کہ مرسل اور منقطع حدیث پر عمل کرنے کے معاملے میں علما میں اختلاف ھے ۔ امام مالک ، امام ابو حنیفہ اور تبع تابعین میں سے اکثر علما ان پر عمل کرنے کو صحیح سمجھتے ھیں اور ان کے نزدیک عمر (ابن الخطاب) اور ان جیسے دوسرے صحابہ نیز اھل مدینہ میں سے تابعین کی جماعت کے اتفاق سے استبدلال کرنا صحیح ھے ۔ چنانچہ امام مالک اپنے اسی مسلک پر عامل ھیں اور ان کے نزدیک کسی حدیث کا مرسل یا منقطع ھونا اس کی صحت کے منافی نہیں ۔ اس اعتبار سے امام مالک ، امام ابو حنیفہ اور باقی کے تبع تابعین کے نزدیک الموطا ساری کی ساری صحیح ھے ۔

الحافظ ابن حجر کے اس قول پر السیوطی نے یہ اضافہ کیا ھے :- مرسل اور منقطع حدیث امام مالک اور جو اس مسئلے میں ان سے متفق ھیں ، ان کے نزدیک حجت ھے ۔ اور اسی طرح یہ ھمارے شافعیہ کے نزدیک بھی حجت ھے بشرطیکہ کسی مرفوع روایت یا موقوف روایت سے ، جس کا کہ سلسلہ کسی صحابی پر ختم ھوتا ھے ۔ اس کی تائید ھوتی ھو ۔ صورت یہ ھے کہ الموطا

میں کوئی مرسل حدیث نہیں کہ کسی مرفوع روایت سے لفظاً یا معناً اس کی تائید نہ ہوتی ہو۔ الغرض یہ کہنا بالکل قرین صواب ہے کہ الموطا سب کے نزدیک صحیح ہے۔

اس بارے میں میں (شاہ ولی اللہ) کہتا ہوں کہ صحاح ستہ کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں اور الحاکم نے المستدرک میں اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے کہ مالک کی مرسل احادیث کے موصول اور ان کی موقوف احادیث کے مرفوع ہونے میں روایات کا جو خلا تھا، اسے پر کریں، اس لحاظ سے یہ ساری کتابیں الموطا کی شرحیں اور اس کا اتمام کرنے والی ہیں۔ چنانچہ اس (الموطا) میں کسی صحابی پر ختم ہونے والی کوئی موقوف اور کسی تابعی پر ختم ہونے والی روایت نہیں کہ اس کا ماخذ کتاب و سنت میں نہ ہو...

حدیث اور سنت

عبدالرحمن بن مہدی کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے معاملے میں مالک بن انس سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی شخص (غلطیوں سے) مامون نہیں رہا"۔ ان کا ایک اور قول ہے۔ حجیت حدیث کے معاملے میں مالک پر کوئی شخص مقدم نہیں۔ عبد الرحمن بن مہدی کہتے ہیں :—

> سفیان ثوری امام حدیث ہیں۔ لیکن امام سنت نہیں۔ الاعزاعی امام سنت ہیں۔ امام حدیث نہیں لیکن مالک بن انس دونوں (حدیث و سنت) میں امام ہیں۔

حافظ الصلاح سے اس قول کے معنی دریافت کئے گئے۔ انہوں نے بتایا کہ یہاں سنت سے مراد بدعت کی ضد ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی حدیث کا عالم ہو، لیکن سنت کا عالم نہ ہو۔

اس بارے میں میرا (شاہ ولی اللہ) کہنا یہ ہے کہ اس قول کی شرح تفصیل چاہتی ہے۔ بات یہ ہے کہ معانی و مطالب اور فتاوی کے استنباط کے معاملے میں سلف کے دو گروہ تھے ایک گروہ نے قرآن، حدیث اور آثار صحابہ جمع کئے اور ان سب سے استنباط کیا۔ اور محدثین کا اصل طریقہ یہی ہے۔ اور

دوسرے گروہ نے ان قواعد کلیہ کو جنہیں ائمہ کی ایک جماعت نے تنقیح و تہذیب کے بعد مرتب کیا تھا ، بغیر ان کے ماخذوں کی طرف التفات کئے لے لیا - چنانچہ جب کوئی ان کے سامنے مسئلہ پیش ہوتا ہے - تو وہ ان قواعد کلیہ سے اس کے جواب کو تلاش کرتے ہیں اور یہ فقہاء کا اصل طریقہ ہے -

پہلا یعنی محدثین کا طریقہ بعض سلف کے ہاں غالب تھا - اور ان میں سے بعض دوسرے طریقے پر عامل تھے - یہ جو کہا جاتا ہے کہ حماد بن سلیمان ، ابراہیم نخعی کے مسائل کا سب لوگوں سے زیادہ علم رکھتے تھے ' تو ان مسائل '' سے مراد وہ قواعد کلیہ ہیں - جن کا ابراہیم نخعی نے اپنے فتووں میں اثبات کیا اور ان کی تنقیح و تہذیب کی ' اب چوں کہ امام مالک کتاب الموطا میں سنت سے وہ قواعد مراد لیتے ہیں - جو اہل مدینہ کے ہاں مقرر تھے - اور وہ اس سلسلے میں بار بار لکھتے ہیں '' سنت جس کے بارے میں ہمارے ہاں کوئی اختلاف نہیں اور وہ یہ ہے '' اس لئے عبد الرحمن بن مہدی اپنے اوپر کے قول میں اس طرف گئے ہیں - چنانچہ انہوں نے کہا ''سفیان ثوری ، احادیث اور آثار صحابہ کو ان کی صحیح اسناد کے ساتھ روایت کرتے ، لفظ حدیث کی اقامت' ابواب فقہ میں حدیث کی تقسیم ، اور ہر باب میں احادیث کی ترتیب میں کوفہ میں امام ہیں ، الاوزاعی ابواب فقہ میں سے ہر باب میں سلف کے جو قواعد ہیں، ان کی معرفت کے امام ہیں- باقی رہے امام مالک، تو یہ ان دونوں امور میں ، اور جو لوگ فن حدیث سے شغف و اشتغال رکھتے ہیں ' ان کے ہاں یہ بات اس طرح ثابت ہے ، جیسے نصف النہار کا سورج، عبدالرحمن بن مہدی کا یہ بھی قول ہے کہ میں نے مالک رح سے زیادہ عقل مند کوئی نہیں دیکھا -

اجتہاد کی کا راستہ اور اس کی صورت

مجھے اس امر پر اشراح صدر اور یقین ہو گیا ہے کہ روئے زمین پر اللہ کی کتاب کے بعد صحیح ترین کتاب الموطا ہے - اسی طرح مجھے اس بات پر بھی پورا یقین ہو گیا ہے کہ جس شخص کے پیش نظر تدقیق و تحقیق ہو ' اس پر آج اجتہاد اور فقہ کی تحصیل کا راستہ (یعنی تفصیلی دلائل سے احکام شرعی

معلوم کرلنا) بند ہے سوائے اس کے کہ یہ تحقیق کا طالب الموطا کو اپنا نصب العین بنائے اور اس کی مرسل احادیث کے اتصال اور ائمہ محدثین کی کتابوں کا مطالعہ کر کے صحابہ اور تابعین کے اقوال کے ماخذ معلوم کرنے کی جد و جہد کرے - اس کے بعد وہ (مذاہب فقہ میں فقہائے مجتہدین کے مسلک پر گامزن ہو ' یعنی الفاظ کے مفہوم کو محدود کرنے ، دلائل کو تطبیق دینے ' رکن و شرط و آداب کی توضیح کرنے ' جامع و مانع قواعد کے اخذ کرلے ' احکام کی علتوں کو جاننے اور ان کی عمومی و خصوصی علت کے لحاظ سے تعمیم و تخصیص کرنے اور اس طرح کے دوسرے امور میں بعد ازاں وہ امام شافعی وغیرہ کے تعقبات کو جیسے کہ امام محمد بن الحسن کے امام مالک سے روایت کردہ الموطا اور کتاب الحجج تعقبات ہیں ' سمجھنے کی کوشش کرے - اس کے بعد جو مختلف اقوال ہیں - ان کی تطبیق اور ان میں سے جو احسن ہو ' اس کی ترجیح میں کوشاں ہو - اور اس طرح وہ ان مسائل میں دلائل کی بنا پر یقین یا غالب ظن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام کی معرفت حاصل کرے - یہ جو اجمالا کہا گیا ، اس کی تفصیل یہ ہے -

ہر زمانے میں اجتہاد فرض کفایہ کی طرح ضروری ہے - یہاں اجتہاد سے مراد استقلالی اجتہاد نہیں - جیسے کہ امام شافعی کا اجتہاد تھا - کیونکہ امام شافعی نہ تو رجال روایت کے حسن و قبح یعنی ان کی تعدیل و تجریح میں اور نہ الفاظ کے معانی وغیرہ کے تعین کے لئے کسی اور کے محتاج تھے - اسی طرح وہ اجتہادی فہم و درایت کے جملہ انواع میں بھی کسی اور کے تابع نہ تھے ' بلکہ وہ اس زمانے کی اصطلاح میں مجدد ملہم تھے -

یہاں اجتہاد سے مراد اجتہاد منتسب ہے - اور وہ عبارت ہے تفصیلی دلائل سے احکام شرعی کی معرفت اور مجتہدین کے طریقے پر ضمنی احکام کی تخریج و استنباط اور ترتیب سے ' خواہ یہ کسی " صاحب مذہب " کے قواعد کے تحت ہی ہو - یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اجتہاد ہر زمانے میں فرض ہے (۱)

(۱) مولانا سندھی حاشیے میں لکھتے ہیں -

فقہ حنفی کی کتاب ہدایہ میں ہے :- قاضی کا منصب قضا پر تقرر اس

(اهل علم میں سے محققین کے ہاں یہ امر تسلیم شدہ ہے) تو اس کا باعث اور سبب یہ ہے کہ مسائل بڑی کثرت سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ اور وہ غیر محدود ہیں اور ان کے بارے میں اللہ کے حکم کو جاننا واجب ہے اور جو کچھ مدون و مکتوب شکل میں موجود ہے۔ وہ ناکافی (۲) ہے۔ پھر اس میں بہت سے اختلافات ہیں اور دلائل کی طرف رجوع کئے بغیر ان کا حل ممکن نہیں۔ علاوہ ازیں ائمہ مجتہدین سے جو مسائل مروی ہیں، ان کے طریقہ ہائے روایت اکثر منقطع ہیں، جس کی وجہ سے ان پر اعتماد کر کے دل کو اطمینان نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ان مروی مسائل کو اجتہاد و تحقیق کے قواعد کی کسوٹی پر پرکھے بغیر بات نہیں بنتی۔

وقت تک صحیح نہیں ہوتا جب تک کہ ایک تو اس میں شہادت کی تمام شرائط پائی جائیں اور دوسرے وہ اہل اجتہاد میں سے ہو۔ اجتہاد کے بارے میں اصول فقہ میں بحث کی گئی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر وہ صاحب حدیث ہے۔ تو اسے فقہ کی معرفت ہو تاکہ وہ آثار کے معانی جان سکے اور اگر صاحب فقہ ہے، تو اسے حدیث کی معرفت ہوتا کہ جہاں نص موجود ہو، وہاں وہ قیاس سے کام نہ لے۔ نیز ضروری ہے کہ قاضی ذہانت و فطانت سے بہرہ ور ہو۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وہ لوگوں کی عادات سے واقف ہو۔ کیونکہ بعض احکام ایسے ہوتے ہیں جن کی بنیاد ان پر ہوتی ہے۔ عبید اللہ السندھی الدیوبندی)

(۲) مولانا سندھی حاشیے میں لکھتے ہیں۔

فقہ حنفی کی کتاب ہدایہ میں ہے :- بے شک استنباط و استخراج کرنے والے متقدمین نے ہر جلی و دقیق مسئلے کے متعلق احکام وضع کئے ہیں۔ لیکن حوادث برابر واقع ہوتے رہتے اور امور اتنے در پیش آتے ہیں کہ وہ محدود نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ جو اصول و احکام مرتب ہو چکے ہیں، ان سے اقتباس کر کے نئے مسائل کا حل اور پہلی مثالوں کو سامنے رکھ کر ان سے نتیجہ نکالنا اصحاب علم کا کام ہے۔ اور ماخذوں کی واقفیت ایک ایسی چیز ہے کہ اسے مضبوطی سے پکڑا جائے (عبیداللہ السندھی الدیوبندی)

یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اجتہاد کا راستہ سوائے اس جہت کے جس کا اوپر ذکر ہوا ۔ بند ہے ، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جو مرفوع احادیث ہیں وہ اکیلی سارے احکام کے لئے کافی نہیں ۔ اس لئے لامحالہ صحابہ اور تابعین کے آثار کی ضرورت پڑتی ہے ۔ اب صورت یہ ہے کہ سوائے الموطا کے ، اس وقت صحابہ اور تابعین کے ان آثار پر کوئی بھی ایسی جامع کتاب نہیں ، جو علما کی مخدوم ہو اور مجتہدین کے ایک طبقے کے بعد دوسرے طبقے نے اس پر غور و خوض کیا ہو ۔ اس شخص کو جو کتب ماثورہ (احادیث و آثار) سے جو کہ اصول شرع کی حیثیت رکھتی ہیں ۔ واقف ہے ۔ نیز وہ ان کے بارے میں اہل علم کی رائے اور ان کی شرح کے سلسلے میں مجتہدین کے نقطہ ہائے نظر کو جانتا ہے ، الموطا کے اس امتیاز کے متعلق کسی دلیل کی ضرورت نہیں ۔ باقی رہے اس زمانے کے کوتاہ عقل اور مغفل ، جو کلی طور پر اس حقیقت کا انکار کرتے ہیں اور وہ نکیل ڈالے ہوئے اونٹوں کی طرح ادھر ادھر ہنکائے جاتے ہیں اور نہیں جانتے کہ وہ کدھر جا رہے ہیں ۔ ان کا تو معاملہ ہی دوسرا ہے ۔ وہ ایک اور وادی میں ہیں اور انہیں ان امور کو سمجھانا ناممکن ہے ۔

خلق اللہ للحروب رجالا

و رجالا لقصعة و ثريد

(اللہ تعالی نے بعض لوگ جنگوں کے لئے پیدا کئے ہیں اور بعض لوگ صرف نائونوش کے لئے) ۔